ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

فرحین عنایت اللہ، ایم فل سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد

ڈاکٹر طیبہ نگہت، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد

ناولٹ "ایک دن" کا تخلیقی مرتبہ

The creative composition of the novelette "Ek din"

Farheen Anayatullah, Mphil scholar, Government college women university Faislabad

farheenanayatullah@gmail.com

Dr Tayyaba Nighat, Assistant professor, Government college women university Faislabad

Abstract

ano Qudsia, whose mention is incomplete without discussingBthe novel, short story, or novelette. Bano Qudsia, where she tried her hand at many genres, she also showed her talent in the novelette. And she gave Urdu literature rare novelettes. The themes of her novelettes are unique and unusual. "Aik Din" is the first novelette in her collection "Chahar Chaman." In which she has described various topics such as spirituality, unemployment, class struggle, the partition of India, etc. The language of the novelette is simple and easy. In the novelette, she has described class struggle. She has made it clear how a person leaves many of his desires unfulfilled due to not being financially strong. In the novelette, she has presented the picture of the backward class and the middle class in a beautiful manner. She has criticized the fact that how materialistic our society has become today, where human relationships and love are given preference over money. According to Bano Qudsia, the protection of human values is very necessary.

کلیدی الفاظ: بانو قدسیہ، ناولٹ، طبقاتی کشمکش، روحانیت، مادیت

بانو قدسیہ اردو ادب کی مایہ ناز شخصیت ہیں-ان کا شمار اردو ادب کی نامور اور قابلِ قدر شخصیات میں ہوتا ہے۔ اردو ادب کی عہد ساز اور روایت شکن یہ ادیب آٹھ دہائیوں تک اردو ادب کے افق پر ایک درخشاں اور تابندہ ستارے کی مانند جگمگاتی رہیں۔ انھوں نے اپنی محنت، لگن، مستقل مزاجی اور اچھوتے موضوعات کی بنا پر اپنا لوہا منوایا-انہوں نے اردو ادب کو بہت سے شاہکار دیے جن میں ان کا مشہور ناول "راجہ گدھ" شامل ہے اس کے علاوہ "حاصل گھاٹ"، "امر بیل"، "آسے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

پاسے"، "آتش زیرپا"، "آدھی بات"، "حوا کے نام"، "ہجرتوں کے درمیان"، "چہار چمن" اور اس کے علاوہ بھی بہت سے فن پارے شامل ہیں۔ان کی تحریروں میں ہمیں ہر طرح کا موضوع نظر آتا ہے چاہے وہ شہری زندگی ہو یا دیہی زندگی ہو۔ اس حوالے سے عفت افضل رقم طراز ہیں:

> "انہوں نے شہری زندگی کے ساتھ ساتھ دیہی زندگی سے بھی موضوع اور کرداروں کا انتخاب کیا ہے"(۱)

کسی بھی ادیب کی تحریروں میں اس کی شخصیت کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے بانو قدسیہ ایک اصلاحی شخصیت ہیں۔ وہ نذیر احمد کی طرح سیدھے سادھے الفاظ میں اصلاح نہیں کرتیں بلکہ وہ قاری کو پہلے معاشرتی خرابیوں سے آگاہ کرتی ہیں پھر اس کے نقصانات سے آگاہ کرتی ہیں اور مستقبل میں ہونے والے نقصانات کی نشاندہی بھی کرتی ہیں، یعنی وہ قاری کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ بذاتِ خود کسی بھی معاشرتی برائی کو دیکھے سمجھے اور اس سے بچے۔ بانو قدسیہ کی شخصیت میں ان کی والدہ کی جھلک بہت نمایاں ہے۔ ان کی والدہ مشرقی اقدار کو ماننے والی متانت پسند خاتون تھیں جس طرح ان کی والدہ معاشرے کی اقدار کا خیال رکھا کرتی تھیں وہی خوبیاں ہمیں بانو قدسیہ کی شخصیت میں بھی نظر آتی ہیں۔یہ خوبیاں ظاہری شخصیت کے ساتھ ساتھ ان کی تصانیف میں بھی پائی جاتی ہے۔ عبدالوحید اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

> "میں تو بانو قدسیہ کو سفید دوپٹہ اوڑھے، معصوم اور پاکیزہ مریم کی طرح روحانیت کا پرچار کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ جو معاشرے کو ایک دم اُجلا اور صاف ستھرا بنا دینا چاہتی ہیں"(۲)

بانو قدسیہ کی شخصیت کی جو تصویر ہمارے سامنے آتی ہیں وہ ایک ایسی خاتون کی ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود مشرقی اقدار کی پابند ہے جس کے سر سے دوپٹہ نہیں سرکتا جن کی پاک سیرت اور خوش اخلاقی دل کو موہ لیتی ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں مغربیت سے مرعوب کرداروں کے بھیانک انجام دکھائے ہیں اور اس چیز کی وضاحت کی ہے کہ مغرب کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اگر آپ مشرقی اقدار کو اپنائے رکھتے ہیں تو بھی کامیابی آپ کا مقدر ہو سکتی ہے۔ اگر ہم یوں کہیں کہ بانو قدسیہ نے یہ بات واضح کی ہے کہ اگر آپ اپنی اقدار کے ساتھ جڑے رہیں گے تو ہی آپ کامیاب ہوں گے۔ وہ جب بھی اپنی تحریروں میں جنس کے متعلق بات کرتی ہیں تو بہت محتاط انداز اپناتی ہیں جس میں ایک حجاب لازم ہوتا ہے۔ وہ جب بھی ایسے موضوعات پر قلم اٹھاتی ہیں تو اپنی اقدار کو فراموش نہیں کرتیں ان کے اس انداز نے اردو ادب کو ایک نئے

انداز سے روشناس کرایا ہے۔ وہ جب بھی جنس یا عورت اور مرد کے جنسی تعلق پر بات کرتی ہیں تو اس میں کسی بھی قسم کی بے باکی نظر نہیں آتی۔ وہ جس بھی موضوع پر بات کرتی ہیں اس میں لوگوں کی تربیت اور بہتری کا سامان موجود ہوتا ہے۔ وہ قاری یا معاشرے کی اصلاح اس طرح کرتی ہیں جیسے ایک ماں اولاد کی تربیت کرتی ہے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو ان کے پاس گیا پھر کچھ نہ کچھ بن کر نکلا۔ ڈاکٹر انور سدید رقمطراز ہیں:

> "وہ مشرقی مزاج کی ایسی خاتون ہیں، جو روشن خیال اور جدیدیت پسند ہونے کے باوجود دوپٹے کو سر سے سرکنے نہیں دیتیں۔۔۔۔۔ بانو قدسیہ جب بولتی ہیں تو یوں لگتا ہے کہ انھوں نے دنیا سے خیر اور نیکی کے جو تجربے حاصل کیسے ہیں اب انھیں بڑی دریادلی سے تقسیم کر رہی ہیں"(۳)

انھوں نے اپنی تصانیف میں زیادہ زور حلال و حرام کے فلسفے پر دیا ہے۔ جس کا تذکرہ ہمیں "راجہ گدھ"، "پروا" اور "شہرِ بے مثال" میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے موضوعات میں جنسی بے راہ روی، محبت، تصوف، نفسیات، فلسفہ، تقسیم ہند وغیرہ جیسے موضوعات نظر آتے ہیں۔ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ:

> "بانو قدسیہ کی انفرادیت یہ تھی کہ انہوں نے نوخیز اور بالاخیز محبت کو احساس کی جوالا سے اس طرح اصل سلگایا کے پاسبان عقل دل کے تعاقب میں رہتا اور کرداروں کو کسی مقام پر بھی بدراہ نہ ہونے دیتا"(۴)

اس کے علاوہ روحانیت ان کی تحریروں کا سب سے اہم موضوع ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ روحانیت اور تصوف کے بغیر بانو قدسیہ کی تخلیق ادھوری ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ ان کے ناولٹوں میں جذبات کا اظہار تو ہے لیکن وہ کسی بھی قسم کی فحش اور عریانی سے پاک ہے ان کی یہی خوبی ان کو ممتاز اور منفرد بناتی ہے۔ بانو قدسیہ خود ایک روحانی شخصیت ہیں ان کی تصانیف کے علاوہ ہمیں ان کی ظاہری شخصیت میں بھی روحانیت نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں عورتوں کا تذکرہ خاص انداز میں کیا ہے۔ وہ ہمیشہ عورت کو مثبت انداز میں بیان کرتے ہوئے اسے معاشرے کے منفی پہلوؤں سے روشناس کرواتی ہیں۔

اپنی تحریروں میں انہوں نے طبقاتی کشمکش کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح امیر طبقہ امیر سے امیر تر ہوتا چلا جارہا ہے اور غربت کا شکار طبقہ غریب سے غریب تر ہوتا چلا جارہا ہے وہ معاشرے کی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اس تقسیم سے نالاں نظر آتی ہیں ۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں خاص طور پر پاکستانی معاشرے میں موجود غربت پر کڑی تنقید کی ہے اور اس بات کا اظہار واضح طور پر ملتا ہے کہ کسی بھی سطح پر غربت کے خاتمے پر کوئی اقدامات نہیں کیے جارہے۔ ان کی شاید ہی کوئی تحریر ہو جس میں انہوں نے اس بات کا تذکرہ نہ کیا ہو۔ ان کے چار ناولٹ ہیں جن میں طبقاتی کشمکش پر بات کی ہے اگر ہم ان کا ناولٹ "ایک دن" دیکھتے ہیں تو اس میں لالو کے ذریعے معاشرے کی غربت کو بیان کیا گیا تو دوسری طرف معظم ہے جو کہ ایک پروفیسر ہے جس کی تنخواہ معمولی سی ہے وہ اپنی خالہ زاد سے محبت کرتا ہے مگر اس کی خالہ کو یہ فکر لاحق ہی کہ معظم مالی طور پر مضبوط نہیں۔ اگر "شہر بے مثال" پر نظر دوڑائی جائے تو اس میں بھی ہمیں طبقاتی کشمکش کی بڑی واضح جھلک دیکھائی دیتی ہے۔ ایک لڑکی رشیدہ جو مالی طور ہر پسماندہ ہے لاہور پڑھنے آتی ہے وہاں اس کا ہم جماعت ظفر اس کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے خط لکھتا ہے جسب ظفر کی شکایت اس کے والد کے پاس جاتی ہے تب والد صاحب کہتے ہیں یہ محبت نہیں وقتی جذبہ ہے اور خود اس لڑکی کو اپنی جنسی تشفی کے لیے استعمال کرتے ہیں یوں ظفر کی مالی حیثیت بہتر نہ ہونے کہ وجہ سے وہ اپنی محبت کھو دیتا ہے۔ "موم کی گلیاں میں ایک کردار خرم کا ہے جو بے روزگار ہے اسی وجہ سے اپنی محبوبہ (عذرا) کو کھو دیتا ہے۔ اسی طرح ناولٹ "پروا" میں انہوں نے دیکھایا کہ اختر اس مخمصے کا شکار ہے کہ وہ اپنی محبت کے لیے اپنی چچازاد کو چھوڑے یا نہ کیونکہ چچازاد سے شادی کی نتیجے میں چچا کی ساری دولت اس کے ہاتھ آجائے گی لیکن وہ دولت اور محبت کی جنگ میں محبت کا چناؤ کرتا ہے۔

بانو قدسیہ نے جہاں اردو دب کی دوسری بہت سی اصناف پہ طبع آزمائی کی ہے وہیں پر انہوں نے چار ناولٹ لکھے – جن میں ایک دن، پروا، شہر بے مثال اور موم کی گلیاں شامل ہیں – یہ چاروں ناولٹ ایک مجموعہ جس کا نام چہار چمن ہے کی صورت میں منظر عام پر آیا- بانو قدسیہ کے ناولٹ عصری مسائل کی بھرپور علاسی کرتے ہیں۔ اپنے ناولٹوں میں انہوں نے معاشرتی بیماریوں کو بیان کیا ہے۔ وہ اپنے دور کی معاشرتی زندگی کا گہرا مطالعہ کرتی ہیں اور لوگوں کی داخلی آسودگی، عدم تحفظ ، بے اعتمادی، بے یقینی اور ان کے دکھوں اپنے ناولٹوں میں عمدہ انداز میں بیان کرتی ہیں جس کے ذریعے وہ لوگوں کو سلجھے ہوئے انداز میں ان کو ان کی خامیوں سے آگاہ کرتی ہیں اور انہیں اصلاح کی ترغیب دیتی ہیں۔ بانو قدسیہ معاشرے میں اعلی اخلاق کی علمبردار ہیں۔ ان کے نزدیک آدمیت اور انسانیت بڑا اہم رشتہ ہیں وہ انسان دوستی پر یقین رکھتی ہیں۔ وہ اپنے معاشرے سے بے جا نسلی امتیازات، قومیت، رنگ اور مسلکی اختلافات کو مٹانا چاہتی ہیں۔ سلطانہ بخش لکھتی ہیں:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> "ان کی کہانیوں میں اعلیٰ سوسائٹی کے چونچلے، ان کا منافقانہ رویہ، کھوکھلا پن اور ریاکاری بھی ہے اور مٹی پر سونے والے ننگے لوگوں، بلکتے بچوں اور بے علاج کھانستی لاشوں کے افسانے بھی ہیں" (۵)

ہر ناولٹ کا موضوع منفرد اور دلچسپ ہے- جن میں انہوں نے قاری کی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اس کی خامیوں سے بھی آگاہ کیا ہے- بانو قدسیہ اپنے کردار ہمیشہ معاشرے کے عام لوگوں سے لیتی ہیں ہم جب بھی ان کی کسی کہانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ ایک ہی کہانی میں طبقہ اشرافیہ اور نچلے طبقے کو لے کر ان کا موازنہ کرتی ہیں۔ جب ہم ان کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ بانو قدسیہ معاشرے کے ہر طبقے اور ہر اچھائی و برائی پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ناولٹوں میں یہ بات واضح کرتی ہیں ہیں کہ ہمارا معاشرہ خصوصاً نوجوان نسل مغربی معاشرے سے ان بہت متاثر ہے وہ نوجوانوں کو یہ بات سمجھانا چاہتی ہیں کہ ہمیں اپنی مشرقی اقدار سے جڑے رہنا چاہیے اور مغرب کی عارضی چکا چوند کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہیے کیونکہ جب ہم اپنی اقدار کو چھوڑ دیں گے تو تنزلی ہمارا مقدر بنے گے۔ ان کے یہ چار ناولٹ اردو ادب میں ایک اہم اضافہ ہیں۔ ان کے لکھنے کا انداز اتنا نرالہ اور اچھوتا ہے کہ قاری تحریر کو پڑھتے ہوئے اس میں کھو جاتا ہے۔ ہر ناولٹ کا ہر ہر کردار ایک الگ کہانی پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ انہوں نے معاشرے کے حساس پہلوؤں کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے- ڈاکٹر انور سدید نے کہا ہے کہ:

> "وہ کلیوڈوسکوپ کو حرکت دے کر ہمیں پورے معاشرے کے رنگ برنگے منظر دکھاتی جا رہی ہیں" (۶)

مادیت پرستی بھی ان کے ناولٹوں کا اہم موضوع ہے انہوں نے معاشرے کی اس خرابی کو قاری کے سامنے پیش کیا ہی کہ کس طرح آج کا دور مادیت پرستی کا شکار ہو کر اپنے رشتے کھوتا جا رہا ہے۔ مادیت پرستی دو محبت کرنے والوں کو جدا کرتی ہے جس کی مثال ہمیں ان کی چاروں ناولٹوں میں ملتی ہے۔

ان کا ناولٹ "ایک دن" ہمیں عام زندگی کی بھرپور عکاسی کرتا ہوا نظر آتا ہے- ان یہ ناولٹ قدسیہ "ایک دن" 1995ء میں شائع ہوا اور 108 صفحات پر مشتمل ہے۔ ناولٹ "ایک دن" کے ذریعے مصنفہ نے عشق و محبت کا ایک الگ ہی تصور پیش کیا ہے کہ محبت جیسا جذبہ اپنی تمام رعنائیاں رکھنے کے باوجود کچھ زمینی حقائق بھی رکھتا ہے اور یہ حقائق اتنے ناگزیر ہیں کہ ان کے بغیر انسان کی بقا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتی ہے۔ کہانی میں مردوں کی ازلی فطرت کا عکاس معظم ہے کہ وہ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

محبت کا دیوتا تو ہو سکتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہ ایک انسان بھی ہے کہ جس کو صرف روحانی طور پر ہی نہیں جنسی طور پر بھی تشفی چاہیے ہوتی ہے اور اپنے اسی جذبے کی تسکین کے لیے وہ زرقا کے قریب جاتا ہے مگر زرقا، معظم کو تمام مردوں میں سب سے الگ سمجھتی ہے اور اس کو فرشتہ گردانتی ہے۔ مگر اس کا بھرم ٹوٹ جاتا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ معظم کا قصور ہے تو یہ بت سراسر غلط ہے کیونکہ معظم جس حصول کے لیے زرقا کے پاس گیا وہ ایک فطری تقاضا ہے - دراصل معظم ایک فطری انسان ہے جو صرف ماورائی نہیں بلکہ زمینی حقائق کے ساتھ زندہ ہے۔ یہ سب معاملات اگر ہم ایک طرف کر کے معظم کی زرقا کے لیے محبت کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ معظم زرقا سے سچی محبت کرتا ہے۔

ناولٹ کا آغاز ایک ریلوے اسٹیشن سے ہوتا ہے - ایک نوجوان جس کا نام معظم ہے جو کہ لاہور سے کراچی تک کا سفر کر رہا ہے اس کا یہ سفر بے جا نہیں ہے وہ اپنی خالہ زاد زرقا جس سے وہ محبت کرتا ہے سے ملنے جا رہا ہے راستے میں معظم دیکھتا ہے کہ دو امریکن عورتوں کے ہاتھوں میں خالص سندھی بیل بوٹوں والی صراحی دیکھتا ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ یہی صراحیاں اپنی محبت زرقا کے لیے بھی خریدے مگر اس کی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس رقم نہیں ہے— معظم ایک ایسا کردار ہے جو غریب بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ ایک نہایت پسماندہ کردار ہے جس کے پاس دولت نام کو نہیں لیکن زرقا سے محبت کرنے والا دل موجود ہے۔ لیکن چونکہ وہ مالی طور پر مضبوط نہیں ہے اس لیے اس مادیت پرست معاشرے نے اس خامی کو ایک ناسور بنا دیا ہے - ان صراحیوں کی نزاقت کو دیکھتے ہوئے مجو کے ذہن میں زرقا کی شبیہ ابھرتی ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ زرقا بھی تو ان صراحیوں کی طرح نازک ہے۔ معظم چاہتا ہے کہ وہ اپنی نازک محبوبہ کے لیے اس جیسی نازک نازک صراحیاں لے کر جائے لیکن ایسا ممکن نہیں کیونکہ معظم کے پاس زرقا کے پاس جانے کے لیے پیسے بمشکل موجود ہیں اور سونے پر سہاگہ یہ کہ وہ چاہتا ہے کہ ٹیکسی میں زرقا کے پاس جائے تاکہ اس کا سر فخر سے بلند ہو سکے معظم کا یہ رویہ زرقا کے لیے اس کی محبت کو واضح کرتا ہے - اسی طرح کے واقعات کے ذریعے بانو قدسیہ نے واضح کیا ہے کہ آج کا نوجوان معاشرے کے رسم و رواج اور مسائل کا سے دوچار ہے۔ وہ عورت کو ایک مکمل عورت ہونے اور مرد کو محافظ ہونے پر قائل کرتی ہیں۔

یہ ناولٹ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں جہاں پیار اور محبت اہم ہیں وہیں پر پیسہ بھی معاشرے کی اہم ضرورت ہے - لیکن آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ زرقا کے سامنے یہ سب مادی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی - معظم ایک معمولی سا پروفیسر ہے جو کہ اپنی خالہ زاد سے محبت کرتا ہے اور اسی محبت میں وہ لاہور سے کراچی تک کا سفر

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کرتا ہے مگر اس کا یہ سفر رائیگاں جاتا ہے۔زرقا بھی معظم کو چاہتی ہے لیکن وہ محبت میں جسمانی تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔لیکن معظم کے لیے یہ ضرورت اب پانچ سال بعد اہم بن چکی ہے۔دوسری طرف معظم کی خالہ از زرقا کی امی معظم کے مالی حالات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے مخمصے کا شکار ہیں۔خیر کہانی آگے بڑھتی ہے معظم جب زرقا کے گھر پہنچتا ہے تو زرقا کو پہلے سے اپنا منتظر پاتا ہے اور یہ چیز اسے بہت مسرور کرتی ہے۔

جہاں قاری کو بانو قدسیہ کی تحریروں میں روحانیت ملتی ہے وہیں ایک دن ناولٹ بھی اس سے خالی نہیں۔روحانیت انسان کی اندرونی حقیقت ہے یہ وہ موضوع ہے جو ہمیں مادیت پرستی سے بہت پرے لے جاتا ہے روحانیت وہ حقیقت ہے جو انسان کو اپنی روح سے جڑنے کا موقع دیتی ہے۔ان کی عورت روحانی محبت کی قائل ہے۔زرقا اور معظم کی محبت روحانیت سے پُر ہے جس میں بڑا ہاتھ زرقا کا ہے وہ محبت میں جسمانی تعلق کو اہم نہیں سمجھتی بلکہ اسے بڑا گناہ سمجھتی ہے۔بانو قدسیہ کے کرداروں میں ہمیں اپنے معاشرے کے مسائل نظر آتے ہیں یا وہ اپنے کرداروں کے ذریعے کچھ نہ کچھ پیغام ضرور دیتی ہیں اسی طرح زرقا کا کردار ایک روحانی کردار ہے۔جو روحانیت سے بھرپور ہے بانو قدسیہ نے ایک جوان لڑکی کے کردار کے ذریعے سے روحانیت کو بیان کیا ہے جس سے ایک بات ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے کہ روحانیت کا تعلق صرف بڑھاپے یا بزرگی سے نہیں ہے۔زرقا کے ذریعے بانو قدسیہ نے دیکھایا ہے کہ ایک عورت کو جذبات کے معاملے میں کس قدر مضبوط ہونا چاہیے زرقا جذبات میں بہہ جانے والی لڑکی نہیں ہے بلکہ ایک مضبوط کردار عورت ہے۔دوسری طرف معظم کے کردار کے ذریعے بانو قدسیہ نے بتایا کہ کس طرح جوانی میں جنسی جذبات بے قابو ہوتے ہیں اور انسان اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اچھے برے کی تمیز کھو دیتا ہے۔لیکن ان کو حاصل کرنے کے لیے حلال طریقہ اپنایا جائے۔اگر معظم زرقا سے اس قسم کا کوئی تقاضہ کرتا ہے اور زرقا اسے حلال طریقے سے پورا کرنے پر امادہ ہو جاتی تو بہتر تھا لیکن اگر اس تقاضے کی بنا پر ہم معظم کو مجرم ٹھہرائیں تو یہ درست نہیں کیونکہ یہ ایک قدرتی تقاضہ ہے جیسے خدا نے انسان کے لیے بنایا ہے اور پیٹ کی بھوک کے بعد یہ بھوک شدید قسم کی ہے۔

اس کے علاوہ ہمیں ان کے ناولٹ میں رومانویت کی جھلک بھی نظر آتی ہے وہ بھی اس انداز میں کی معظم اور زرقا نظروں ہی نظروں میں محبت بھر جزبات کا تبادلہ کرتے ہیں اور یہ کہ معظم کو زرقا کے ہر ہر انداز پر پیار آتا ہے۔دوسرا جب

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

وہ معظم اور لیلیٰ کو دریا کے کنارے چہل قدمی کرتے وقت دیکھاتی ہیں کہ کس طرح لیلیٰ معظم کے لمس کو محسوس کرتی ہے اور صرف ایک لمس کی آگہی کی وجہ سے معظم کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ رومانویت کی جھلک البتہ بہت مختصر ہے۔

اس ناولٹ میں انہوں نے غربت اور بے روز گاری کی نہایت عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ انہوں نے ایک کردار جس کا نام **لالو** ہے کے ذریعے معاشرے کے غریب اور بے بس طبقے کو قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ طبقاتی کشمکش ہمیں ان کے ہر ناولٹ میں نظر آتی ہے اگر ان کا ناولٹ "پروا" ہے تو اس میں بھی وہ دیکھاتی ہیں کہ کس طرح اختر اپنی محبت اور چچا کی بیٹی (جو دولت مند) کے درمیان فیصلہ کرنے میں دشواری محسوس کرتا ہے۔ "موم کی گلیاں" میں انہوں نے خرم کے ذریعے بتایا کہ کس طرح وہ بے روز گاری کی وجہ سے اپنی محبت سے محروم رہ جاتا ہے اسی طرح "شہر بے مثال" میں ظفر اپنی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اس کی وجہ یہ کہ رشیدہ (جس سے ظفر محبت کرتا ہے) ظفر کے باپ جو کہ ایک مالدار شخص ہے اس کے جھانسے میں آجاتی ہے اس ناولٹ میں انہوں نے لالو کے ذریعے طبقاتی کشمکش کو بیان کیا ہے۔ طبقاتی کشمکش ان کی تحریروں کا اہم موضوع ہے جسے انہوں نے اپنے ہر ناولٹ میں ایک نئے اور عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس ناولٹ میں لالو زر قا کے گھر میں چوری کرتا ہے اور اس کا سارا جہیز چرا کر لے جاتا ہے بعد میں جس کا سارا الزام معظم پر آتا ہے۔ ایک بڑا سوال یہ ہے کہ لالو پی چوری کیوں کرتا ہے؟ اس کی وجہ اس کی بہن ہے جو چچا کے ہاں مقیم ہے لالو اب زر قا کا جہیز چوری کر کے اپنی بہن کا جہیز بنائے گا تا کہ کسی اچھے گھر میں اس کا رشتہ ہو سکے - لیکن اس کا بڑا نقصان معظم اور زر قا کی ہمیشہ کی علیحد گی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ بطور قاری میرے لیے یہ بات نہایت افسر دگی کا باعث بنی کہ محبت بھی معظم کے ہاتھوں گئی اور چوری کا الزام بھی آیا، لیکن وہیں پر یہ بات جان کر قاری پُر سکون ہو جاتا ہے کہ زر قا اس بات پر یقین نہیں کرتی کہ معظم چوری بھی کر سکتا ہے۔

بانو قدسیہ کا نظریہ محبت کے متعلق بہت واضح ہے وہ مشرقی محبت پر یقین رکھتی ہیں جو بغیر کسی لالچ اور ریا کے ہوتی ہے۔ ایک اور بات جو انہوں نے مشرقی محبت کے بارے میں واضح کی وہ یہ کہ صرف مشرقی محبت ہی پاک ہے انہوں نے اس بات کا تذکرہ ناولٹ میں زر قا اور اس کی بہن لیلیٰ کے ذریعے واضح کیا جب وہ فلم دیکھ کر واپس لوٹتی ہیں۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"زرقا کہنی ٹکا کر بیٹھ گئی اور بولی ____ "لیلیٰ تم ابھی فسٹ ایئر میں ہو تمہیں ان باتوں کی سوجھ بوجھ نہیں میں جانتی ہوں کہ روحانیت صرف مشرق کے ورثے میں آئی ہے۔ صرف مشرق کی محبت پاک ہے"(۷)

انہوں نے روحانیت کو اخلاقی، جذباتی اور روحانی تجربے کے طور پر پیش کیا ہے۔ بانو قدسیہ کے نزدیک محبت جسمانی تقاضوں سے بہت آگے کی چیز ہے ان کی محبت روحانیت سے پرُ ہے۔ ناولٹ میں مشرقی محبت یا روحانیت کو انہوں نے زرقا کے کردار کے ذریعے پیش کیا ہے۔ زرقا ایک مشرقی لڑکی ہے جس کے خیالات بھی پاک ہیں۔ اس کے سامنے ددولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ اپنے دور کے لوگوں کی طرح مادیت پرست نہیں ہے وہ معظم سے محبت کرتی ہے اور بغیر کسی لالچ اور ریا کے کرتی ہے۔ وہ معظم سے محبت تو کرتی ہے مگر اس سے کسی قسم کی جسمانی یا دنیاوی امید نہیں رکھتی وہ اس کے خطوں کو محفوظ رکھتی ہے۔ اردو ادب کے بہت سارے ادیب تقسیمِ ہندستان کو اپنی تحریروں میں بیان کرتے ہیں وہیں بانو قدسیہ بھی ہمیں اس دوڑ میں نظر آتی ہیں انہوں نے تقسیم کی بڑی کرب ناک تصویر اپنے ناولٹ میں بیان کی ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو بڑی حساسیت اور گہرائی سے بیان کیا ہے۔ وہ جس طرح تقسیم کی ہولناکی کو بیان کرتی ہیں قاری اس درد کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اپنے اس ناولٹ میں انہوں نے ۱۹۴۷ کے بعد کی ہولناک تصویر پیش کی ہے۔ اس تقسیم کا اثر صرف جغرافیائی طور پر نہیں پڑا بلکہ یہ اس وقت کے لوگوں کے احساسات اور جذبات کے لیے ایک بڑا دھچکا تھا۔ بٹوارے کی اس کرب ناکی کو انہوں نے ایک خاندان کے ذریعے بیان کیا ہے۔ جو ہجرت کر کے ہندوستان سے پاکستان آتا ہے ان کی یہ ہجرت نہ صرف جغرافیائی تھی بلکہ نفسیاتی اور جذباتی بھی تھی۔ بٹوارے کی کرب ناکی کو انہوں نے معمولی انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے ناولٹ کے کرداروں کے ذریعے سے ہی اس وقت کی ہولناکی کو اس طرح بیان کیا ہے کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے تقسیم کو نہایت مختصر انداز میں اس حقیقت کو اس طرح جامع طور پر پیش کیا ہے کہ وہ قاری کے دل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ اس کرب ناکی کو انہوں نے ایک منفی کردار کے ذریعے پیش کیا ہے بانو قدسیہ کا انداز اس قدر نرالہ ہے کہ ہمیں اس کردار سے نفرت کی بجائے ہمدردی محسوس ہوتی ہے۔ بانو قدسیہ نے اپنے اس ناولٹ میں محبت میں ناکامی کو معظم کے ذریعے دیکھایا ہے۔ وہ زرقا سے سچی محبت کرتا ہے اسے زرقا کی دولت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ وہ زرقا سے بہت

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

محبت کرتا ہے مگر ایک چھوٹی سی غلطی کی بنا پر اپنی محبت کھو دیتا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ وہ زرقا سے جسمانی تعلق کی بات کرتا ہے اور دوسرا اسی روز اس پر چوری کا الزام لگ جاتا ہے۔

اگر معظم زرقا سے سچی محبت کرتا تھا تو کھوٹ زرقا کی محبت میں بھی نہیں تھی جب معظم پر چوری کا الزام ثابت ہو گیا تو زرقا کی اماں نے حبیب میاں سے رپورٹ درج کروانے کا کہا تو زرقا نے حبیب سے رپورٹ نہ لکھوانے کا کہا۔ اس رپورٹ نہ لکھوانے کے بدلے میں اپنے من کو مارتے ہوئے اسے شادی کا کہتی ہے جس پر حبیب مرزا مان جاتا ہے کہ وہ رپورٹ درج نہیں کروائے گا۔ اس واقعہ نے زرقا کو توڑ کر رکھ دیا دوسری طرف معظم اپنی محبت کے کھو جانے کے غم کو دل میں لیے زرقا کے گھر کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ معظم چاہتا تو اتنی رات گئے گھر نہ چھوڑتا لیکن جب یہ زرقا کا تقاضا تھا کہ وہ اسی صورت معظم کی محبت کا یقین کرے گی جب وہ گھر چھوڑے گا تب معظم نے گھر چھوڑ دیا اور دوسری کوئی بات نہ سوچی۔ دوسری طرف زرقا کا شاید یہ خیال نہ تھا کہ سب کچھ اتنا اچانک ہو جائے اور وہ معظم کو ہمیشہ کے لیے کھو دے گی۔ وہ چیزوں کو وقت دینا چاہتی تھی کہ شاید وقت کے ساتھ ساتھ وہ سب کچھ بھول جائے اور حالات اور دونوں کا رشتہ پہلے جیسا ہو جائے۔

"میرزا صاحب آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں"

حبیب میزا نے بوکھلا کر کہا۔۔۔ "ہاں۔۔۔۔ زرقا۔۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ دل و جان سے!"

"تو پھر آپ کو میری ایک شرط ماننا ہو گی۔۔۔"

"کہیے۔۔۔ جو شرط بھی ہو گی میں سر کے بل پوری کروں گا۔۔۔ فرمائیے"

زرقا نے آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو چھپانے کی خاطر منہ پرے کر لیا اور بمشکل بولی۔۔۔۔ "اماں آپ کو تھانے میں رپورٹ لکھوانے بھیجیں گے اور۔۔۔ اور آپ وہ رپورٹ نہیں لھوائیں گے"(۸)

اگر ہم بانو قدسیہ کے اسلوب پر بات کرتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ جب کوئی بھی تحریر لکھتی ہیں تو چونکہ وہ قاری کے لیے لکھتی ہیں اس لیے وہ خود قاری کی سطح پر آکر لکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب قاری ان کی کسی بھی تحریر کا مطالعہ کرتا ہے تو اس تحریر میں محو ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ بڑے بڑے اور پیچیدہ ترین موضوعات کو آسان زبان میں قاری کے سامنے پیش کر دیتی ہیں۔ ان کی تحریر جہاں معاشرے کی خامیوں کو سامنے لاتی ہے وہیں وہ اپنی جادوئی تحریر کے ذریعے قاری کو اس قابل بنا دیتی ہیں کی ان خامیوں سے چھٹکارا کیسے پایا جائے۔ عاصمہ روبینہ نے لکھا ہے کہ:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"ان کا تمام ادبی سفر اس بات کا گواہ ہے کہ وہ کہانی کے فن کو سمجھتی ہیں اور اپنے ایک منفرد اور خاص اسلوب کے ساتھ کہانی کو بہت عمدہ انداز میں تراشتی بھی ہیں"(۹)

ادب کی کسی بھی صنف کی بات ہو اس میں الفاظ کے انتخاب اور استعمال کا ذوق بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو اس صنف کے مزاج اور فکر کی جہات کا تعین کرتا ہے۔ دیگر اصناف نثر کی طرح ناولٹ نگاری میں بھی زبان و بیان کی اہمیت مسلم ہے۔ اس لیے ناولٹ کی فنی باریکیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے الفاظ کے استعمال کا سلیقہ ایک ادیب کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ بانو قدسیہ کے ناولٹ زبان و بیان کے اظہار کی مختلف صورتوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ناولٹوں میں مناسب الفاظ و تراکیب کے استعمال سے نہ صرف اپنے عہد کے مخصوص مزاج کی عکاسی کی ہے بلکہ ناولٹ کے قارئین کو زبان کے نئے ذائقے سے بھی روشناس کرایا ہے۔ عفت افضل بانو قدسیہ کے کے اسلوبیاتی خصائص کا احاطہ اس طرح سے کرتی ہیں۔

"بانو قدسیہ کا انداز بیان بالکل سادہ اور سلیس ہے۔ ان کے کرداروں کا لب ولہجہ ان کے ماحول اور طبقے کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ جس طبقے کا کردار پیش کرتی ہیں۔ مکالموں میں اسی طبقے کا طرزِ اظہار اور الفاظ استعمال کرتی ہیں۔ یہ الفاظ اس طبقے کی روزمرہ بول چال سے مطابقت رکھتے ہیں۔۔۔ وہ کہانی بیان کرتے ہوئے درمیان میں چھوٹے چھوٹے مکالموں کو جگہ دیتی ہیں۔ اس سے ایک خاص قسم کا تاثر ابھرتا ہے"(۱۰)

بانو قدسیہ کے ناولٹوں میں زبان و بیان کا فن مسلسل ارتقاء پذیر نظر آتا ہے۔ ان کے ناولٹوں کی زبان سادہ، سلیس اور عام فہم ہوتی ہے وہ قاری کے لیے لکھتی ہیں تو قاری کی سطح پر آکر لکھتی ہیں۔ انہوں نے اپنے ناولٹ "ایک دن" میں جو زبان استعمال کی ہے وہ اسی طرح ہے جیسے دو مہذب لوگ آپس میں بات چیت کر رہے ہوں۔ ان کا مقصد قاری کے سامنے دقیق الفاظ استعمال کر کے اپنا مقام و مرتبہ بلند کرنا نہیں ہے بلکہ وہ معاشرے کی اصلاح چاہتی ہیں اس لیے اپنی تحریروں میں بھی وہی زبان استعمال کرتی ہیں جو قاری بآسانی سمجھ سکے یہی وجہ ہے کہ ان کی تحاریر عوام میں مقبول ہیں۔

اس ناولٹ میں ہمیں یک طرفہ محبت کا پہلو بھی نظر آتا ہے تاہم یہ نہایت مختصر واقع ہے۔ یہ واقعہ معظم اور لیلیٰ کے درمیان کا ہے۔ لیلیٰ جو زرقا کی بہن ہے معظم کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ لیلیٰ کو یہ محبت بے جان و بے چین کر کے رکھ دیتی ہے اس کی محبتکا دورانیہ صرف ایک دن کا ہے سمندر کی سیر کے دوران اسے معظم کے ایک لمس کے ذریعے محبت کا احساس ہوتا ہے اس کے بعد وہ بے چین رہتی ہے گھر واپس آکر بھی یہی سوچتی رہتی ہے تاکہ رات کو بھی اسے یہ محبت چین نہیں لینے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

دیتی وہ اس معاملے میں زرقا کو خوش نصیب سمجھتی ہے جسے معظم کی محبت میسر ہے بہر حال اس طوفانی محبت کا اختتام اس وقت ہوتا ہے جب معظم پر لالو کی، کی گئی چوری کا الزام لگتا ہے۔ یک طرفہ محبت ایک جان لیوا جذبہ ہے جسے بانو قدسیہ نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنے ناولٹ میں بیان کیا ہے۔ انسان کو اس منہ زور جذبے کے آگے بے بس نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ اپنے جذبات و احساسات پر قابو رکھنا چاہیے جیسے بانو نے لیلیٰ کی معظم کے لیے طوفانی محبت کو بیان کیا مگر جیسے ہی معظم پر چوری کا الزام لگا تو اس کی محبت جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ دوسری طرف زرقا جو معظم سے سچی محبت کرتی ہے اس الزام پر یقین نہیں کرتی بلکہ وہ ماں بہنوں سے بھی کہتی ہے کہ مجو ایسا نہیں کر سکتا اور اسی محبت میں وہ حبیب مرزا کو رپورٹ درج کروانے سے روکتی ہے۔ محبت ایک فطری جذبہ ہے اس لیے لیلیٰ کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یہ محبت ایک لمس سے شروع ہوئی۔ جب معظم، حبیب مرزا، زرقا اور اس کے گھر والے کلفٹن گھومنے جاتے ہیں وہاں ساحل سمندر پر زرقا، معظم اور لیلیٰ پانی میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہوتے ہیں تب لیلیٰ معظم کے ہاتھ کی حدت کو محسوس کرتی ہے جو اس نے پہلے کبھی نہیں کی ہوتی، لیکن معظم ان سب باتوں سے انجان ہے وہ صرف اور صرف زرقا سے محبت کرتا ہے۔

"مجو نے لیلیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ قدم قدم پر اس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا اور وہ مجو سے کہتی
۔۔۔بس مجو بھائی اس بار میں لہر کے ساتھ ہی واپس چلی جاؤں گی۔۔۔۔ تو تو بالکل
چوہیا ہے لیلیٰ۔ میں نے تیرا ہاتھ جو پکڑ رکھا ہے"(۱۱)

اس واقع کے بعد لیلیٰ کو لگتا ہے اب زندگی پہلے جیسی نہیں رہی پہلے اس کے لیے کالج، پروفیسر، کپڑے اور فیشن سب کچھ تھا لیکن اب وہ زندگی کو کچھ بدلا ہوا محسوس کر رہی ہے۔ اس ناولٹ میں بانو قدسیہ نے جگہ جگہ عورت اور مرد کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا اس بات کو بھی واضح کیا کہ عورت محبت کرتے وقت مرد کی مالی حیثیت نہیں دیکھتی۔ زرقا اور لیلیٰ دونوں بہنوں نے ایک معمولی پروفیسر (جس کی آمدنی انتہائی معقول ہے) سے محبت کی۔

بانو قدسیہ کی تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ معاشرے کی خامیوں ا، مسائل اور حالات و واقعارت کو مشاہدے کی آنکھ سے دیکھتی ہیں۔ آپ نے بے مثال شائستگی سے مرد اور عورت کے رشتوں کا نفسیاتی تجزیہ کیا اور پھر سماجی مسائل کو اپنے تخیل کی خوبصورتی سے لفظوں اور جملوں کا لباس پہنا کر قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ بانو قدسیہ کی تحریروں میں ہمیں نفسیاتی رو ملتی ہے وہ مرد اور عورت کے تعلق کو خاص طور پر نفسیاتی پیرائے میں بیان کرتی ہیں۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

بانو قدسیہ اپنی بات کو منطق اور دلیل سے بیان کرتی ہیں- ان کے ناول، افسانے اور ناولٹوں کے موضوعات معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے مسائل ان کی اقدار سے متعلق ہے ہوتے ہیں وہ سے انداز میں اپنا مقصد قاری کے سامنے رکھتی ہیں اسی سے قاری متاثر ہو جاتا ہے۔ ان کے اسی سادہ انداز کی وجہ سے وہ عوام میں مقبول ہیں۔

حوالاجات

۱-عفت افضل، بانو قدسیہ: شخصیت اور فن، سندھ: ادارہ انشاء حیدر آباد، ۲۰۰۳ء ص ٦٦

۲-عبدالوحید، بانو قدسیہ۔۔۔ روحانیت کا پرچارک، (مشمولہ) راوی (مجلہ)، گورنمنٹ کالج لاہور، جلد ۹۸، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۸

۳-انور سدید، ڈاکٹر، بانو قدسیہ: شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۸، ص ۲۳

۴-انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، دہلی: عالمی میڈیا پرائیویٹ لیمیٹیڈ، ۲۰۱۴ء، ص ۵۵۴

۵-سلطانہ بخش، ڈاکٹر، مرتب، پاکستانی خواتین کے افسانوی ادب میں عورتوں کے مسائل کی تصویر کشی، وزارتِ ترقی خواتین حکومتِ پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۵، ص ۱۰۱

٦-انور سدید، ڈاکٹر، بانو قدسیہ: شخصیت اور فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص ۵۳

۷۔ بانو قدسیہ، ایک دن، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰، ص: ۸۹

۸۔ ایضاً ص: ۱۱۱، ۱۱۰

۹۔ عاصمہ روبینہ، مقالہ نگار، اشفاق احمد اور بانو قدسیہ کی افسانوی نثر میں حیوانی علامتوں کا تنقیدی خائزہ، مقالہ برائے ایم اے اردو، مخزونہ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، سیشن ۱۰، ۲۰۰۸ء، غیر مطبوعہ، ص: ۱۵

۱۰۔ عفت افضل، بانو قدسیہ شخصیت اور فن، سندھ: ادارہ انشاء حیدر آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۵۷

۱۱۔ بانو قدسیہ، ایک دن، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰، ص: ۷۸